امام ابو عبیدؒ

مولانا عبدالرحمن طاہر سورتی ——— ریڈر ادارۂ تحقیقات اسلامی

امام ابو عبیدؒ کی معرکتہ الآرا تصنیف "کتاب الاموال" کا اردو ترجمہ مکمل ہو چکا ہے، یہ کتاب صدر اسلام کی مالیات سے متعلق نہایت مستند مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی عنقریب یہ ترجمہ شائع کر رہا ہے۔

ابو عبید القاسم بن سلام (۱) ہرات میں تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف آخر کی پہلی دہائی میں پیدا ہوئے (۲)۔ آپ کے والد سلام خراسان میں آباد ہونے والے ان رومی غلاموں میں سے تھے، جن کے مالک اہل ہرات میں سے تھے (۳)، اس لئے وہ عربی سے معمولی شُد بُد رکھتے تھے، لیکن اس زمانہ میں عربی زبان کی قدر و اہمیت نیز دینی و دنیوی ضرورت اور اس کے شاندار مستقبل کو دیکھتے ہوئے اُنھوں نے دستور کے مطابق اپنے ذہین بیٹے کو عربی سیکھنے کے لئے مکتب کے عربی استاذ کے حوالے کر دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنے آقا کے بیٹے کے ساتھ مدرسہ میں داخل کرانے لے گئے، جہاں اُنھوں نے استاذ سے اپنی ٹوٹی پھوٹی عربی میں یہ جملہ کہا:

---

(۱) الفہرست لابن الندیم: ص ۱۰۶ میں ان کا نسب القاسم بن سلام بن مسکین بن زید دیا ہے۔ لیکن تہذیب التہذیب ۷: ۳۱۵ میں صرف سلام تک ہے اور سلام بن مسکین کے نام سے ابو محمد القاسم بن سلام کا ترجمہ ہے۔ جو ابو عبید کے علاوہ ہے۔ اسی کی تائید بخاری کی التاریخ الکبیر ۴: ۱۷۲ سے ہوتی ہے۔

(۲) ابو عبید کی پیدائش ابن الجوزی نے ۱۵۰ھ میں اور ابو بکر زبیدی نے ۱۵۴ھ میں بتائی ہے، اور خطیب بغدادی نے ان کی پوری عمر سترسٹھ برس بتائی ہے۔ دیکھئے وفیات الاعیان: ۳: ۲۲۶ و ۲۲۷۔

(۳) ابن قتیبہ نے اسے ازد قبیلہ کے خراسانیوں کا غلام بتایا ہے (المعارف لابن قتیبہ ۵۴۹)

علمّی القاسم فانہا کیّسۃ (۴) آپ قاسم کو پڑھائیے کہ وہ بڑا ہوشیار ہے۔

کسے معلوم تھا کہ یہ بچّہ جس کا باپ غلط عربی بول رہا تھا ایک دن نہ صرف صحیح عربی بولنے لگے گا بلکہ عربی زبان وادب کا مستند عالم اور علوم عربیہ و دینیہ کا امام بنے گا۔

ابو عبید نے ابتدائی تعلیم ہرات ہی میں حاصل کی۔ پھر اُنہوں نے کوفہ، بصرہ اور بغداد کے سفر کئے جہاں عربی ادب، صرف و نحو، قراءات اور حدیث و فقہ کی تعلیم مکمل کی۔

ابو عبید نے قرآن مجید کسائی اسمٰعیل بن جعفر اور شجاع بن ابی نصر سے پڑھا اور حدیث کی سماعت محدثین کی ایک جماعت سے کی۔ اسماعیل بن عیاش، اسماعیل بن جعفر، ہشیم بن بشیر اور شریک بن عبداللہ، ان کے سب سے بڑے اُستاد ہیں۔ اور عبداللہ بن المبارک، ابوبکر بن عیاش، جریر بن عبدالحمید، سفیان بن عیینہ، عباد بن عباد، عباد بن العوام اور یحییٰ القطان (۵) وغیرھم بھی اُن کے اساتذہ میں سے تھے۔ اُن کے اساتذہ حدیث میں سب سے آخر میں وفات پانے والے ہشام بن عمار ہیں (۶)۔ ادب ولغت و نحو میں ابو عبید ابوزید، ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ اصمعی، یزیدی، ابن الاعرابی، ابوزیاد کلابی، اموی، ابوعمرو الشیبانی، کسائی اور فراء سے روایت کرتے ہیں (۷)۔

امام ابو عبید کے شاگردوں میں سے یہ مشہور ہوئے، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، ابوبکر بن ابی الدنیا، عباس الدوری، حارث بن ابی اسامہ، احمد بن یوسف التغلبی، علی بن عبدالعزیز البغوی، محمد بن یحییٰ بن سلیمان المروزی، احمد بن یحییٰ البلاذری، (مشہور مصنف فتوح البلدان) وغیرھم (۸)۔ نیز ثابت بن عمرو بن حبیب مجلی علی بن رابطہ مشعری (ان کا پورا نام علی بن محمد بن وصیب ہے، (۹)۔ اور محمد بن اسحاق صغانی اور سعید بن ابی مریم

---

(۴) اس جملہ میں اُستاد کے لئے اس نے مونث کا صیغہ "علمّی" استعمال کیا پھر اپنے بیٹے قاسم کے لئے مونث ضمیر "ھا" اور اس کی خبر "کیّسۃ" بھی مونث استعمال کی۔

(۵) یحییٰ القطان کا ذکر بخاری نے التاریخ الکبیر ۴: ۲/۱۰۷ میں کیا ہے، نیز دیکھئے تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۹۔

(۶) ترجمہ ابی عبید کتاب الاموال ص ۴۲ نیز طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۱: ۲۷۰۔

(۷) الفہرست لابن الندیم: ۱۰۶، ۱۰۷۔ نیز ترجمہ ابو عبید کتاب الاموال: ۲۵

(۸) ترجمہ ابی عبید کتاب الاموال ص ۴۲ نیز طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱: ۲۷۰ (۹) الفہرست: ۱۰۷۔

مصری ان کے ایسے استاد ہیں جو ان سے روایت بھی کرتے ہیں (١٠)۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ابو عبید وطن واپس آئے۔ جب خراسان میں ان کی شہرت ہوئی تو اس زمانہ کے دستور کے مطابق وہاں کی علم دوست اور بااثر شخصیتوں نے انہیں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر مامور کیا۔ چناں چہ ابو عبید ہارون الرشید اور مامون الرشید کے دور کے ایک بڑے سپہ سالار ہرثمہ بن اعین کی اولاد کے اتالیق مقرر ہوئے۔ وہ مرو میں مامون کے ایک بڑے سپہ سالار اور والی طاہر بن حسین کی اولاد کے اتالیق بھی رہے۔ یہاں ابو عبید کی ملاقات طاہر بن الحسین سے ہوئی۔ طاہر خراسان جاتے ہوئے مرو ٹھہرے، اور وہاں ایک علمی مجلس میں ابو عبید سے اُن کی ملاقات ہوئی، ملاقات کے بعد طاہر نے کہا:

تمہیں اس علاقہ میں رہنے دینا بہت بڑا ظلم اور حق تلفی ہوگی۔ پھر انہیں ایک ہزار دینار پیش کرتے ہوئے کہا: میں ایک لڑائی میں خراسان جارہا ہوں۔ آپ کی زندگی مجھے عزیز ہے اور میں آپ کو اپنے ساتھ لے جاکر خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ آپ میری واپسی تک یہ رقم صرف میں لائیے (١١)۔ بعد میں اسی سپہ سالار کے بیٹے عبداللہ بن طاہر نے ابو عبید کی بڑی قدر دانی کی اور ان کے لئے ایک گراں قدر مشاہرہ مقرر کردیا۔ آخر میں وہ ثابت بن نصر بن مالک خزاعی سے وابستہ رہے جو ثغور (شامی سرحدی علاقہ) کے والی تھے وہاں عہدہ قضاء کے ساتھ ان کی اولاد کی تعلیم کے فرائض بھی ابو عبید انجام دیتے رہے۔ ابن یونس کہتے ہیں کہ وہ یحیٰی بن معین کے ہمراہ ۲۱۳ھ میں مصر گئے تھے، اور وہاں بھی تصنیف و تدریس میں مشغول رہے (١٢)۔ ابو عبید کی زندگی میں تدریس و تعلیم کا اس قدر غلبہ رہا کہ بعض ادبا نے ان کا شمار ہی معلمین کے زمرہ میں کیا ہے (١٣)۔

امام ابو عبید کی شخصیت پُرکشش، پُروقار و بارعب تھی۔ مہندی لگانے کی وجہ سے ان کے سر اور داڑھی کے بال سرخ تھے (١٤)۔ آخری عمر میں وہ پھر بغداد میں قیام پذیر ہوگئے تھے جہاں وہ علمی مجالس منعقد کرتے تھے۔ علماء اُن سے حدیث کی روایت کرتے اور غریب الحدیث پڑھتے اور اُن کے علمی نکات سے استفادہ کرتے،

---

(١٠) تہذیب التہذیب ٨: ٣١٥ — (١١) تاریخ بغداد۔ ١٢: ٤٠٥ - ٤٠٦۔

(١٢) تہذیب التہذیب ١٢: ٣١٥ — (١٣) دیکھئے المعارف لابن قتیبہ عنوان "المعلمین" ص ٥٤٩ نیز الجاحظ کی کتاب المعلمین موخر الذکر کتاب کا حوالہ مراتب النحویین لابن الطیب عبدالواحد بن علی اللغوی نیز معجم الادبار لیاقوت ج ١٦: ٢٥٥ پر ہے۔ (١٤) وفیات الاعیان ٣: ٢٢٦۔

ابو عبید کی علمی مجالس عمومی نوعیت کی ہوتی تھیں تاکہ عام طلبہ مستفید ہو سکیں۔ اگر کوئی اپنی برتری کی وجہ سے الگ وقت طلب کرتا تو وہ انکار کر دیتے تھے۔

ابو عمرو بن طوسی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا: ایک دن میں ابو عبید سے ملاقات کرنے کے لیئے جا رہا تھا۔ راستہ میں یعقوب بن سکیت مل گئے اور مجھ سے پوچھنے لگے "کہاں جا رہے ہو؟" میں نے جواب دیا: "ابو عبید کے پاس"۔ اس پر انہوں نے کہا "تم اس سے زیادہ جانتے ہو"۔ جب وہ ابو عبید سے ملے تو انہیں یہ سارا قصہ سنایا۔ ابو عبید نے کہا: "یہ آدمی برا مان گیا"۔ میں نے کہا "کس بات پر؟"۔ ابو عبید نے جواب دیا: "کچھ دن گذرے۔ یہ میرے پاس آئے تھے اور درخواست کی تھی کہ مجھے غریب المصنف سنا دیجئے۔ میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جس طرح سب لوگ آکر درس میں شریک ہوتے ہیں، آپ بھی انہیں میں شامل ہو جائیں" اس بات پر وہ خفا ہو گئے ہیں (۱۵)

امام ابو عبید کے سینہ میں اسلام کی محبت سے بھرا ہوا دل تھا۔ وہ ایک عبادت گذار و تقویٰ شعار عالم تھے۔ ابو عبید کتاب و سنت کے سختی سے پابند تھے۔ کتاب اموال میں آپ جگہ جگہ دیکھیں گے کہ وہ ایک مسئلہ میں کتاب و سنت کے فیصلہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے قول کو ترجیح نہیں دیتے۔ جہاں کتاب و سنت سے کچھ نہ ملے، وہاں وہ صحابی کے قول کو تمام مابعد کے فقہاء پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں صحیح السند حدیث جزء عقیدہ بن جاتی ہے۔ خواہ اس کی تاویل کرنا مشکل ہو۔ ذیل کا واقعہ اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے:

علماء کی ایک مجلس میں ایک اہل سنت کا یہ موقف محلِ بحث تھا کہ وہ ان احادیث کی صداقت میں یقین نہیں رکھتا جن میں رؤیت الٰہی، کرسی اور اللہ کے دو قدموں کی جگہ اللہ کا اپنے بندوں کی ناامیدی پر ہنسنا، اور جہنم کا بھر جانا اور اسی قسم کی دیگر عبارتیں مذکور ہیں۔ ابو عبید نے کہا کہ تم نے اس شخص کا مرتبہ میری نظر میں کم کر دیا۔ یہ امور برحق ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں۔ ان احادیث کو ہم تک مستند و ثقہ راویوں نے پہنچایا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب ہم میں سے کسی سے ان احادیث کی شرح و تفسیر کا مطالبہ کیا جائے تو ہم اس کی تفسیر نہیں کر سکیں گے اور نہ کوئی اس کی تفسیر تک پہنچ سکا ہے (۱۶)۔

امام ابو عبید خلفائے راشدین کو ان کی ترتیبِ خلافت کے مطابق برحق سمجھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں

---

(۱۵) تاریخ بغداد ۱۲ : ۴۰۸۔ (۱۶) طبقات النحویین واللغویین : ۲۱۸۔

جب بصرہ میں یحییٰ القطان کی خدمت میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ان کی زبان پر ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ چڑھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے عرض کی کہ میرے پاس دو اہلِ بدر کی گواہی موجود ہے کہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا! وہ کون سے ہیں؟ میں نے کہا: آپ نے ہمیں شعبہ، عبدالملک بن میسرۃ۔ نزال بن میسرۃ کی سند سے یہ بتایا کہ عبداللہ بن مسعود نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا: ہمارا امیر (عثمانؓ) بچے ہوئے لوگوں میں سب سے بہتر ہے اور ہم یہ دعویٰ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہے" پھر انھوں نے کہا: اور دوسرا کون ہے؟" میں نے کہا" زہری، حمید بن عبدالرحمان، مسعود بن مخرمہ کی وساطت سے کہ مخرمہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو یہ کہتے سُنا: میں نے مہاجرین اولین۔ لشکروں کے کمانڈروں اور رسول اللہؐ کے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو میں نے کسی کو حضرت عثمانؓ کے مساوی نہ پایا" ابوعبید کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کہنا شروع کر دیا اور اپنا پہلا طریقہ ترک کر دیا (۱۷) ابوعبید ان کی اس اصلاح سے اتنے خوش تھے کہ اپنے اس عمل کو جنت میں جانے کا ایک وسیلہ خیال کرتے تھے۔

ازہری نے اپنی تالیف التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوعبید بڑے متدین، عالم و فاضل و فقیہہ اور حامی سنت تھے (۱۸)۔ ابوبکر الانباری کہتے ہیں: ابوعبید رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک تہائی تصنیف و تالیف کے لئے، ایک تہائی سونے اور ایک تہائی عبادت و تہجد کے لئے (۱۹)۔ ابوعبید کی طبیعت کے استغنار، وفاشعاری، دینی حمیت اور بلادِ اسلامیہ کی مدافعت کے سلسلے میں یہ ایک واقعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے، اور اسے تقریباً ابوعبید کے تمام سوانح نگاروں نے بیان کیا ہے:-

ابوعبید جس زمانہ میں عبداللہ بن طاہر کے ساتھ تھے، ابودلف عجلی نے جو بڑا علم دوست حاکم تھا، عبداللہ ابن طاہر سے درخواست کی کہ وہ دو ماہ کے لئے ابوعبید کو اس کے پاس مہمان بھیج دے تاکہ وہ ان سے علمی استفادہ کر سکے۔ چناں چہ عبداللہ بن طاہر نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی۔ جب دو ماہ قیام کے بعد ابوعبید واپس ہونے لگے تو ابودلف نے انہیں تیس ہزار درہم پیش کئے۔ لیکن ابوعبید نے یہ کہتے ہوئے ان کی یہ رقم قبول نہ کی کہ" میں ایک ایسے شخص کی معیت میں ہوں جنہوں نے میری ضروریات کی اس حد تک کفالت کر رکھی ہے کہ اس کے بعد مجھے کسی دوسرے کے صلہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی" چنانچہ جب وہ عبداللہ بن طاہر کے پاس واپس آئے تو

---

(۱۷) تاریخ بغداد۔ ۱۲: ۴۰۹۔ (۱۸) تہذیب التہذیب: ج ۸: ۳۱۸۔ (۱۹) ایضاً: ج ۸: ۳۱۶

اُنہوں نے تیس ہزار درہم کے بجائے انہیں تیس ہزار دینار انعام میں دیئے۔ ابو عبید نے یہ انعام وصول کرتے ہوئے کہا: اے امیر! میں آپ کا یہ گرانقدر صلہ قبول کرتا ہوں، لیکن آپ نے اپنی نوازشات و عنایات سے مجھے اس قدر دے رکھا ہے کہ مزید کی حاجت نہیں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ میں اس رقم سے ہتھیار اور گھوڑے خرید لوں، اور انہیں ملکی حفاظت کے لئے دے دوں تاکہ مجھے اور آپ کو ثواب جزیل ملے۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ اُنہوں نے اس رقم سے ہتھیار خرید کر سرحد پر بھیج دیئے (۲۰)۔

ابو عبید کے حلم کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ عباس خیاط کہتے ہیں: میں ابو عبید کے ساتھ تھا کہ ان کا گذر اسحٰق موصلی کے مکان سے ہوا، وہ کہنے لگے: یہ صاحبِ خانہ علوم پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ حدیث و فقہ و شعر کا کتنا بڑا عالم ہے۔ اس پر میں نے کہا: مگر یہ تو آپ کے متعلق اس کے بالکل برعکس خیال رکھتے ہیں۔ ابو عبید نے دریافت کیا: وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی کتاب "الغریب المصنف" میں بیس سے زائد حروف میں غلطی کی ہے۔ ابو عبید نے کہا: یہ تو کچھ زیادہ نہیں۔ جس کتاب میں دس ہزار حروف ہوں اور صرف اس قدر غلطیاں ہوں تو یہ بہت معمولی ہیں۔ پھر ممکن ہے کہ تبادلہ خیال کرنے پر میں اپنے دلائل پیش کر سکوں۔ اور پھر وہ اسحٰق کا ذکرِ خیر ہی کرتے رہے (۲۱)۔

ابو عبید کی غیرتِ دینی و علمی اس واقعہ سے عیاں ہوتی ہے: ابو عباس احمد بن یحییٰ البلاذری کہتے ہیں: خراسان سے طاہر بن عبداللہ بن طاہر اپنے باپ کی زندگی میں جب کہ وہ نوجوان تھے، حج کے لئے نکلے، اور اسحٰق بن ابراہیم کے گھر میں مقیم ہوئے۔ اسحٰق نے تمام علماء کو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی دعوت دی۔ علماء حدیث و فقہ وہاں پہنچے۔ ابن الاعرابی اور ابو نصر تلمیذ اصمعی بھی پہنچے لیکن ابو عبید نے وہاں حاضری دینے سے انکار کر دیا اور کہا: علم کے پاس پہنچا جاتا ہے۔ اس پر اسحٰق ان سے خفا ہو گیا۔ طاہر کا باپ عبداللہ بن طاہر، ابو عبید کو ماہانہ دو ہزار درہم دیا کرتے تھے۔ اسحٰق نے یہ واقعہ عبداللہ کو لکھ کر ان کا یہ وظیفہ بند کر دیا، اس پر عبداللہ نے اسحٰق کو لکھا: ابو عبید نے بالکل بجا کہا۔ ان کی اس غیرتِ علمی سے متاثر ہو کر ہم نے ان کا وظیفہ دگنا کر دیا۔ لہٰذا تم ان کا باقی ماندہ حساب دے دو۔ اور آئندہ جس کے وہ مستحق

---

(۲۰) معجم الادباء لیاقوت۔ ۱۶ : ۲۵۶۔

(۲۱) معجم الادباء لیاقوت ۱۶ : ۲۵۸ یہ روایت تعداد کے فرق سے مختلف کتب تراجم میں ملتی ہے۔

ہیں وہ دیتے رہو (۲۲)۔ روایت ہے کہ بعدازاں اسحٰق ان کا یہ وظیفہ انہیں برابر دیتے رہے، اور ان کی وفات کے بعد وہ وظیفہ مرتے دم تک ابو عبید کی اولاد کو دیتے رہے (۲۳)۔

قرآن وحدیث پر گہری نظر اور فقہی مسائل پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے ثابت بن نصر بن مالک نے اپنی طرطوس کی ولایت کے زمانہ میں ابو عبید کو وہاں کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ اٹھارہ برس تک اُن کے دورانِ ولایت ابو عبید طرطوس کے قاضی رہے (۲۴)۔ ابو عبید نے "ادب القاضی" کے نام سے مستقل ایک کتاب لکھی ہے۔ عہدۂ قضاء پر فائز ہونے کے دوران اُنھوں نے جو فیصلے کئے، وہ مختلف کتب میں منتشر ملتے ہیں (۲۵)۔

ابو عبید کی ہمہ پہلو جامع شخصیت | ابو عبید کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ اُنہوں نے ابتداء میں علوم عربیہ اور آخر میں علوم دینیہ پر اپنی تمام علمی مساعی صرف کر دی تھیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ علوم آلیہ سے فراغت کے بعد علوم عالیہ کی خدمت میں لگ گئے تھے۔ ابو عبید اُس دور کی پیداوار تھے، جب ایک بڑے عالم کو مجمع العلوم سمجھا جاتا تھا۔ اس وقت اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا اور مفتوحہ علاقہ کی اکثریت اسلامی علوم اور عربی زبان سے واقف نہ تھی۔ انہوں نے عربی زبان وادب پر عبور حاصل کیا۔ کوفی وبصری مدارس سے استفادہ کیا۔ پھر عربی ادب ولغت توجہ دی۔ بعدازاں قرآن مجید، حدیث وفقہ ان کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب تراجم میں ہی نہیں بلکہ علماء کی آراء میں بھی مصنفین وعلماء نے ان پر اپنے نقطۂ نظر سے تبصرہ کیا ہے۔ ادباء انہیں معلم وادیب مانتے، اور انہیں اپنے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ اور محدثین وفقہاء انہیں اپنی جماعت کا امام تسلیم کرتے ہیں۔ بایں ہمہ ہر انسان اپنی جداگانہ طبیعت اور انفرادی مذاق رکھتا ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابو عبید اس تمام کمال وجامعیت کے باوجود جس طرف زیادہ میلان رکھتے تھے، وہ ادب اور بالخصوص فنِ لغت ہے۔ ہمیں ایک طرف تو حدیث وعلل حدیث اور فقہ میں ان کی مہارت نظر آتی ہے، اور دوسری طرف ان کی عظیم الشان لغوی تصانیف ان کے جلیل القدر لغوی ہونے کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

علماء حدیث ادب ولغت کے آدمیوں کو جرح وتعدیل کے کڑے پیمانہ پر جانچنے کے قائل نہیں کیونکہ

---

(۲۲) معجم الادباء۔ ۱۶ : ۲۶۱
(۲۳) تاریخ بغداد ۱۲ : ۴۰۶ و ۴۰۷۔
(۲۴) انباہ الرواۃ۔ ۳ : ۱۹
(۲۵) اخبار القضاۃ ۱ : ۲۲۱۔ ج ۲ : ۲۸۹ و ۳۸۷

ایسی صورت میں ان میں سے اکثر کا ثقہ و صدوق ثابت ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن امام ابو عبید کی شخصیت ان مستثنیات میں سے ہے جو محدث و فقیہہ بھی ہیں اور ادیب و نحوی و لغوی بھی اور پھر محدثین کے پیمانہ پر ثقہ و مشہور و صدوق بھی۔ امام ابو عبید کی توجہ لغت و حدیث کی طرف اس حد تک تھی کہ حدیث والوں کو شکایت رہی کہ وہ یکسوئی سے لغت میں انہماک کی وجہ سے حدیث میں کوتاہ رہے اور لغت والوں کو یہ شکایت رہی کہ وہ حدیث میں انہماک کی وجہ سے لغت کی کماحقہٗ خدمت نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ان کے بارے میں محدثین اور لغویین کے مختلف تبصرے دیکھتے ہیں، ابراہیم حربی کہتے ہیں: "ابو عبید حدیث کے سوا ہر فن میں طاق تھے۔ اس لئے کہ فنِ حدیث تو صرف احمد (بن حنبل) اور یحییٰ (بن معین) کا حصہ ہے۔"[(۲۶)] ابو حاتم کہتے ہیں: میں نے ان کے پاس اہلِ حدیث (علماء حدیث و طلباء حدیث) نہیں دیکھے۔ لہٰذا ان سے کوئی روایت نہ لکھی۔ تاہم وہ صدوق ہیں (۲۷)

جعفر بن محمد بن علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میرے باپ محمد بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد علی بن المدینی کے ساتھ امام احمد بن حنبل کی عیادت کو گئے۔ احمد بن حنبل کی مجلس میں اس وقت یحییٰ بن معین اور محدثین کا ایک گروہ تھا کہ ابو عبید بھی وہاں آ گئے، تو یحییٰ بن معین نے کہا: "اپنی کتاب غریب الحدیث جو تم نے مامون کے لئے تیار کی ہے، ہمیں بھی سناؤ۔" ابو عبید نے کہا: "وہ کتاب لاؤ۔" چنانچہ لوگ وہ کتاب لائے۔ ابو عبید نے وہ کتاب لے کر اس کی سندیں پڑھنا شروع کر دیں، اور غریب الحدیث کا تفسیری متن چھوڑ دیا۔ اس پر علی بن المدینی نے کہا: "ابو عبید! سندیں ہمیں نہ سناؤ۔ اس بارے میں ہم تم سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔" اس پر یحییٰ بن معین نے علی بن المدینی سے دوبارہ کہا: انہیں تمام و کمال مندرجات سنانے دیجئے۔ اس لئے کہ مجلس میں آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے محمد ہیں، اور ہم بھی ہیں۔ ہم ضرورت مند ہیں کہ اس کتاب کو بتمام و کمال سنیں۔" ابو عبید نے کہا: میں نے یہ کتاب صرف مامون کو سنائی ہے۔ اب اگر تم اسے پڑھنا چاہتے ہو تو پڑھ لو۔" علی بن المدینی نے کہا "تم ہی ہمیں سنا دو، ورنہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

امام ابو عبید کا اس سے قبل علی بن المدینی سے تعارف نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے یحییٰ بن معین سے

---

(۲۶) تہذیب التہذیب ج ۸ : ۳۱۵۔ (۲۷) تہذیب التہذیب ج ۸ : ۳۱۷۔

دریافت کیا: "یہ کون ہیں؟" ۔انہوں نے جواب دیا: "علی بن المدینی"۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر ان سے بغل گیر ہوئے، اور پھر انہوں نے اپنی کتاب ہمیں سنائی ۔اب جو اس مجلس میں موجود تھے انہیں اس کتاب کے روایت کرتے وقت "حدثنا" کا لفظ استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ دوسرے لوگوں کو یہ اجازت نہیں (۲۸)

ابو عبید اگرچہ امراء و عمّال سے وابستہ رہے، اور وہ ان کی مالی اعانت بھی قبول کرتے تھے۔ تاہم وہ اس معاملے میں علماء کا مقام پہچانتے اور ان کے مراتب ملحوظ رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ طاہر بن عبداللہ بن الحسین نے ابو عبید سے درخواست کی کہ وہ اس کے گھر آکر اسے کتاب غریب الحدیث پڑھا دیا کریں۔ اُنہوں نے حدیث رسول اللہ ؐ کی تعظیم کے پیشِ نظر اپنے محسن کی یہ خواہش پوری نہ کی، لیکن دوسری طرف جب علی بن المدینی اور عباس العنبری جیسے دو فضلاء نے ان سے غریب الحدیث سننے کا ارادہ ظاہر کیا تو وہ ان کے علمی مقام کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے خود اپنی کتاب اُٹھا کر ان کے پاس پہنچتے تھے (۲۹)۔

ابو عبید محدث و فقیہہ کی حیثیت سے امام ذہبی نے ابو عبید کے تذکرہ میں لکھا ہے: "وہ وسیع العلم امام مجتہد تھے۔ان کی تصانیف دیکھنے والا ہی علم اور حفظ حدیث میں ان کے عظیم مرتبہ کا اندازہ کر سکتا ہے۔ حدیث کے وہ حافظ و نقاد تھے۔ اس ضمن میں ان کی معلومات متوسط تھیں۔ فقہ اور فقہی اختلافات کے وہ عالم تھے۔ وہ چوٹی کے لغوی تھے۔ قراءات کے وہ امام تھے۔ان کی تصانیف میں سے مجھے "کتاب الاموال" اور "کتاب الناسخ والمنسوخ" دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے" (۳۰)۔ نقد الرجال سے متعلق اپنی شہرہ آفاق تصنیف (۳۱) میں یہی امام ذہبی ابو عبید کے متعلق تحریر کرتے ہیں: "جہاں تک مصنف ابو عبید قاسم بن سلام کا تعلق ہے تو وہ ثقہ اور مشہور ہیں"۔ ابو عبید نے فقہ میں امام شافعیؒ سے استفادہ کیا۔ تاج الدین سبکی نے انہیں پہلے طبقہ کے ایسے شافعی علماء میں شمار کیا ہے، جنہوں نے امام شافعی کی مجلس میں شرکت کی تھی (۳۲) بلکہ ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے فقہ امام شافعی سے حاصل کی تھی (۳۳)۔

وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ امام شافعی اور ابو عبید میں "قرء" کے مفہوم پر علمی مناظرہ ہو گیا تھا کہ آیا یہ لفظ حیض کے لئے مستعمل ہوا ہے یا طہر کے لئے؟ ۔یہ مناظرہ بغداد میں ہوا تھا۔ امام شافعی نے یہ موقف

---

(۲۸) طبقات الحنابلہ ج ۱: ۲۵۹ - (۲۹) انباہ الرواۃ ج ۳: ۱۸ و ۱۹ - (۳۰) تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۵ -
(۳۱) میزان الاعتدال ج ۲: ۳۳۸ - (۳۲) دیکھئے طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۱: ۲۷۰ - (۳۳) دیکھئے القسم الاول

اختیار کیا تھا کہ "قرء" سے مراد "حیض" ہے اور ابو عبید کا کہنا تھا کہ اس سے مراد "طہر" ہے۔ کہتے ہیں کہ طرفین کے دلائل و شواھد اس قدر قوی تھے کہ جب وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ہم خیال ہو چکا تھا۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رافعی لکھتے ہیں: شاید امام شافعی پہلے یا بعد میں اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ہم خیال رہے ہوں"۔ لیکن سبکی کہتے ہیں: اس مسئلہ سے متعلق مخالف کے دلائل و شواہد معلوم کرنے کے لئے امام شافعی نے وقتی طور پر یہ موقف اختیار کر لیا تھا، یا پھر ممکن ہے کہ یہ شافعی کا قدیم قول ہو کیوں کہ یہ مناظرہ بغداد میں ہوا تھا"۔ (۳۴)

ابو عبید امام احمد بن حنبلؒ کے ہم عصر تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کرتے، اور ایک دوسرے کے مقام کو پہچانتے تھے۔ تاہم ابو عبید امام احمد بن حنبلؒ کو اپنا بزرگ سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ ابو عبید کی مجلس میں ایک مسئلہ زیر بحث تھا۔ اثرم نے اس کا جواب دیا تو حاضرین مجلس میں سے ایک نے دریافت کیا: "یہ کس کا قول ہے؟ اس پر اثرم نے کہا: "ایسے شخص کا جس سے بڑا عالم مشرق و مغرب میں مجھے نہیں ملتا۔ احمد بن حنبلؒ"۔ تو ابو عبید نے کہا: "یہ بجا کہہ رہے ہیں"۔ (۳۵)

خود ابو عبید کہتے تھے "علم دین چار علماء پر ختم ہو گیا۔ احمد بن حنبل جو علم حدیث میں ان چاروں میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ جو سب سے بڑے حافظ (حدیث) ہیں۔ علیؒ بن المدینی جو ان سب سے بڑے عالم (حدیث) ہیں۔ اور یحیی بن معین جو ان میں سب سے بڑے کاتب (حدیث) ہیں۔ (۳۶)

ابو عبید کہتے ہیں: "میں نے قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن (الشیبانی) (۳۷) کی مجالس میں شرکت کی ہے، لیکن کسی مسئلہ (کے بیان کرنے یا دریافت کرنے) میں امام احمد حنبلؒ کی جو ہیبت مجھ پر طاری ہوتی ہے وہ کسی دوسرے سے نہ ہوتی"۔ (۳۸) ابو عبید اپنا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: میں احمد بن حنبل

---

(۳۴) طبقات الشافعیہ الکبری ۱: ۲۷۳-۲۷۴ - (۳۵) مختصر طبقات الحنابلہ: ۹۰ - (۳۶) مناقب الامام احمد بن حنبل: ۱۱۲ - (۳۷) راوی نے یہاں "اور غالباً یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمان بن مہدی کے نام بھی لئے تھے" کا اضافہ کیا ہے۔

(۳۸) مناقب الامام احمد بن حنبل: ۱۱۲ -

سے ملاقات کے لئے ان کے مکان پر گیا۔ جب اندر ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے مجھ سے معانقہ کیا اور مجھے اپنی مسند صدارت پر بٹھایا۔ میں نے کہا: یا ابا عبداللہ! (۳۹) کیا یہ قول نہیں ہے کہ صاحبِ خانہ مسندِ صدارت کا زیادہ حق دار ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: بے شک وہ خود بیٹھ سکتا ہے، اور جسے چاہے بٹھا بھی سکتا ہے۔" میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک علمی نکتہ حاصل ہوا۔ بعدازاں میں نے کہا: یا ابا عبداللہ! اگر میں آپ کا صحیح حق ادا کرتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں تو مجھے روزانہ حاضری دینا چاہیئے۔" اس پر اُنھوں نے کہا: یہ مت کہو۔ میرے بہت سے دوست ہیں جن سے میں سال میں ایک بار ہی ملتا ہوں، لیکن مجھے ان کی دوستی پر ان لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ اعتماد ہے، جن سے میں روزانہ ملاقات کرتا ہوں۔" میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری حکمت حاصل ہوئی۔ پھر جب میں اٹھنے لگا تو وہ بھی میرے ساتھ اُٹھے میں نے کہا: یا ابا عبداللہ! آپ تکلیف نہ فرمایئے" تو انہوں نے کہا: "شعبی سے روایت ہے کہ ملاقاتی سے ملاقات کی تکمیل میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کے ساتھ گھر کے دروازہ تک چل کر جاؤ اور اسے سواری تک پہنچاؤ۔" میں نے اپنے دل میں کہا: اے ابو عبید! یہ مجھے تیسرا علمی فائدہ ملا۔ چناں چہ وہ اُٹھ کر میرے ساتھ دروازہ تک گئے اور مجھے سواری پر بٹھایا۔" (۴۰)

دوسری طرف خود امام احمد بن حنبلؒ کی نظر میں ابو عبید کا جو مقام تھا اس کی شہادت ان واقعات سے ملتی ہے: محمد بن ابی بشر کہتے ہیں کہ میں ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا: "تم ابو عبید کے پاس چلے جاؤ۔ ان کے پاس ایسا زورِ بیان اور تفصیلی علم ہے جو اُن کے سوا کسی دوسرے سے تم نہیں سنو گے۔" چناں چہ میں ابو عبید کے پاس پہنچا اور ان سے متعلقہ مسئلہ دریافت کیا۔ اُنھوں نے مجھے اس کا تسلی بخش جواب دیا۔ بعدازاں میں نے امام احمد بن حنبل کی بات انہیں بتائی، تو ابو عبید نے کہا: "بھتیجے! وہ شخص تو اللہ کے عمّال میں سے ہیں۔ اللہ نے اُن کے عمل کا جام دنیا میں پھیلا کر آخرت میں اُن کے لئے اپنا قرب عنایت فرمادیا۔ دیکھتے نہیں وہ کتنے ہر دلعزیز و مقبول ہیں۔ یہ ہے وفا کا صلہ۔ میری آنکھوں نے سرزمین عراق میں کسی میں وہ خوبیاں یکجا نہیں دیکھیں، جو ان میں ہیں۔ اللہ ان کو عطا کردہ حلم و علم و فہم میں اور برکت عطا فرماتے۔" (۴۱)

---

(۳۹) یہ امام احمد بن حنبل کی کنیت ہے۔ (۴۰) مناقب الامام احمد بن حنبل: ۱۱۲، نیز مختصر طبقات الحنابلہ: ۹۰۔ (۴۱) مناقب الامام احمد بن حنبل: ۱۱۲۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے ! "ابو عبید کا علمی افادہ ہر روز ہمارے درمیان بڑھتا چلا جا رہا ہے"(۴۱) تہذیب الاسماء واللغات (القسم الاول) میں حافظ ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی نے لکھا ہے (۴۲) "ابو عبید نے اپنی تصنیف "الغریب المصنف" میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے یہ کتاب سننے والے یحییٰ بن معین ہیں اور لکھنے والے احمد بن حنبل ہیں (۴۳)۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ ائمہ حدیث انہیں کس قدر قابلِ احترام فاضل قرار دیتے تھے۔

حدیث میں ابو عبید کے مستند اور قابل اعتماد راوی ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ امام بخاری نے اپنی تصنیف "التاریخ الکبیر" میں ان کا ترجمہ دیا ہے (۴۴)۔ اور ابن حجر کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں مجھے ابو عبید سے ایک روایت ملی ہے (۴۵)۔ امام بخاری نے اپنے رسالہ "القرأۃ خلف الامام" میں ان کا ذکر کیا ہے اور اپنی تصانیف "کتاب الادب" اور "کتاب افعال العباد" میں ابو عبید سے روایات نقل کی ہیں۔ ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں زکوٰۃ کی فصل میں اونٹوں کی عمر کی شرح کے ضمن ابو عبید کا ذکر کیا ہے (۴۶)۔ ابن حجر عسقلانی نے ابن حبان کی الثقات سے یہ عبارت نقل کی ہے : "ابو عبید دنیا کے ائمہ میں سے ایک تھے۔ وہ صاحبِ حدیث و فقہ اور متدین و متقی تھے۔ علم ادب و تاریخ میں اِن کی معلومات وسیع تھیں۔ انہوں نے قدمار کے علمی کاموں کو جمع کرنے، انہیں مہذب و مرتب کرنے، اور ان کا خلاصہ کرنے کے بعد انہیں تصنیفات کی شکل دی۔ اُنھوں نے مخالفین (سنت) کا سر کچلا۔ حدیث سے شبہات کا سدِ باب کیا، اور حدیث کی تائید و نصرت کا بیڑا اُٹھایا۔"

احمد بن حنبل کہتے ہیں : ابو عبید استاذ ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں : ابو عبید ثقہ ہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں : ابو عبید ثقہ و مامون ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں : امام ہیں اور پہاڑ ہیں۔ حاکم کہتے ہیں : ابو عبید امام ہیں، اور سب کے نزدیک مقبول ہیں (۴۷)۔ ابو عبید نے لغوی اعتبار سے حدیث کی جو اہم خدمات انجام دیں

---

(۴۱) تاریخ بغداد : ۱۳ : ۴۱۳۔ (۴۲) دیکھئے عنوان ابو عبید ۲ : ۲۵۷ - ۲۵۸۔ (۴۳) انباہ الرواۃ میں یہ قصہ بجائے "الغریب المصنف" کے "غریب الحدیث" کے بارے میں ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ (۴۴) التاریخ الکبیر ۴ : ۲ : ۱۷۲۔ (۴۵) تہذیب التہذیب ۸ : ۳۱۷۔ (۴۶) تہذیب التہذیب ۸ : ۳۱۶۔ (۴۷) تہذیب التہذیب ۸ ، ۳۱۷۔

ان کا ہلال بن علاء الرقی نے ہم عصر علماء سے ان الفاظ میں تقابل کیا ہے: "اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ کی چار شخصیتیں پیدا کرکے اُمت مسلمہ پر بڑا احسان فرمایا: امام شافعی جنہوں نے فقہ حدیث میں کمال پیدا کیا۔ (۲) امام احمد بن حنبل جنہوں نے (خلق قرآن) کے امتحان میں ثابت قدم رہ کر مثال قائم کی۔ (۳) یحیی بن معین جنہوں نے حدیث میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہونے دی (۴) ابو عبید جنہوں نے حدیث کے غریب لفاظ کی شرح وتفسیر کرکے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

حدیث وفقہ میں ابو عبید کی لغوی مہارت نے علماء میں انہیں ایک امتیازی مقام عطا کیا تھا۔ ان کی حیثیت کو ابو قدامہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے: "ابراہیم بن ابی طالب نے ابو قدامہ سے شافعی، احمد (بن حنبل)، اسحاق اور ابو عبید کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: شافعی ان میں سب سے زیادہ ذہین وفہیم ہیں تاہم ان کے پاس حدیث کم ہے۔ احمد ان میں سب سے زیادہ تقویٰ شعار دپاک باز ہیں۔ اسحاق ان میں سب سے زیادہ قوی الحافظہ ہیں، اور ابو عبید کو ان سب سے زیادہ عربی لغات پر عبور حاصل ہے" (۴۸)۔

امام ابو عبید کے اسی پہلو پر اسحاق بن راہویہ کے یہ الفاظ مزید روشنی ڈال رہے ہیں: "اللہ کو حق پسند ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابو عبید مجھ سے زیادہ فقیہہ وعالم ہیں۔ ہم ایک کمی محسوس کرتے ہیں جس کی تکمیل کے لئے ہم ابو عبید کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن ابو عبید کو ہماری ضرورت محسوس نہیں ہوتی" (۴۹) حمدان بن سہل کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین سے حدیث کی روایت کے سلسلہ میں ابو عبید (کی ثقاہت) کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے تعجب سے کہا: تم مجھ جیسے شخص سے ابو عبید کے بارے میں دریافت کر رہے ہو، حالاں کہ ابو عبید سے تو اور لوگوں کی ثقاہت کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے (۵۰)۔

ابو عبید نے اپنی "کتاب الطہارۃ" میں دو ایسی احادیث بیان کی ہیں جنہیں ابو عبید کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا، اور ابو عبید سے بھی صرف محمد بن یحیے المروزی نے انہیں روایت کیا ہے۔ ان میں ایک حدیث تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وضو میں داڑھی کا خلال فرماتے تھے، اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے عبد الرحمان کو وضو کرتے دیکھا تو کہا: اے عبد الرحمن اچھی طرح

---

(۴۸) تہذیب التہذیب ۸: ۲۱۵۔ (۴۹) تہذیب التہذیب ۸: ۲۱۵۔ (۵۰) طبقات الشافعیہ الکبری ۱: ۲۷۱۔

وضو کرو ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایڑیاں خشک رکھنے والوں کے لئے تباہی ہے ۔ (۵۱)

ابو عبید مصنف کی حیثیت سے | امام ابو عبید کامیاب مدرس و اتالیق ہونے کے ساتھ ہی نہایت کامیاب، مقبول اور مستند مصنف تھے ۔ یاقوت نے معجم الادبا، (۵۲) میں جاحظ کی کتاب المعلمین کے حوالہ سے لکھا ہے: "ان کی تصانیف سے زیادہ صحیح اور مفید تر کتابیں کسی نے نہیں لکھیں"۔ ابو عبید نے قرآن مجید، حدیث، فقہ، ادب و لغت پر مختلف بیش قیمت تصانیف چھوڑیں جنہیں اُن کے بعد آنے والے علماء نے سند قبولیت دی، اور مصنفین نے کامل اعتماد کے ساتھ ان سے استفادہ کیا ۔ ان کے اقتباسات اپنی تصانیف میں درج کئے ۔ اُن کی بعض تصانیف کی شرح کی گئی اور بعض کا اختصار کیا گیا۔ قفطی نے لکھا ہے: "اُن کی کتابیں پسند کی جاتی ہیں، ملک کے ہر علاقہ میں ان کی مانگ ہے ۔ ان کے شاگرد و رواۃ ثقہ اور مشہور اور معزز و نامور ہیں (۵۳)۔

امام ابو عبید نہایت تحقیق اور محنت و جانفشانی سے کتابیں تصنیف کرتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کی کتابیں امراء و علماء کے ہاتھ میں پہنچتیں تو انہیں گرانقدر صلے پیش کئے جاتے اور اُن کی بہت تعریف ہوتی ۔ اپنی تصنیف "غریب الحدیث" کو جس میں حدیث کے مشکل کلمات و عبارات کی شرح ہے، انہوں نے تقریباً چالیس سال کی طویل مدت میں مکمل کیا ۔ جب انہوں نے اپنی تصنیف مامون کے والی عبداللہ بن طاہر کو پیش کی، تو اُنھوں نے اسے پسند کرتے ہوئے کہا: "جس دماغ کی صلاحیتوں کا مالک ایسی نفیس کتاب تصنیف کر سکتا ہے، وہ یقیناً اس بات کا مستحق ہے کہ اسے معاشی فکر سے بالکل آزاد کر دیا جائے"۔ چنانچہ عبداللہ بن طاہر نے ابو عبید کے لئے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ (۵۴) یہی وہ گرانقدر تصنیف ہے جس نے جلیل القدر امام احمد بن حنبل سے داد تحسین وصول کی تھی ۔ احمد بن حنبل کے صاحب زادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبید کی تصنیف "غریب الحدیث" اپنے والد کو سنائی تو انہوں نے اسے پسند فرمایا اور کہا جزاہ اللہ خیرا (۵۵)۔

---

(۵۱) تاریخ بغداد ۱۲: ۱۳ و ۱۴۔ (۵۲) معجم الادبار ۱۶: ۲۵۴۔ (۵۳) انباہ الرواۃ ۴: ۱۲۷۔

(۵۴) تہذیب التہذیب ۸: ۳۱۷۔ یہ وظیفہ بعض راویوں نے دس ہزار درہم اور بعض نے پانچ سو درہم بتایا ہے ۔ دیکھئے تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۶۔ (۵۵) تہذیب التہذیب ۱۲: ۳۱۷۔

ایک دفعہ ابو عبید نے ان طلبہ سے جن پر اُن کی کتاب غریب الحدیث پڑھنے کے لیۓ تین چار ماہ کی مدت گراں گذرتی تھی، کہا تھا: "میں نے یہ کتاب چالیس برس میں مکمل کی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ مجھے کسی عالم یا کتاب سے کوئی نکتہ ملتا تو میں اس افادہ کو اپنی کتاب میں اس کی صحیح جگہ درج کردیتا، اور پھر رات بھر اس خوشی میں جاگتا رہتا۔ اور تم لوگوں کا یہ حال ہے کہ میرے پاس چار یا پانچ مہینے آکر ٹھہرتے ہو، اور شکایتیں کرنے لگتے ہو کہ بہت زیادہ قیام ہوگیا؟" (۵۶)۔

امام ابو عبید اس دَور کے مصنف ہیں جب منتشر علمی کوششوں کو جمع کیا جارہا تھا اور تنقیدی دَور کا آغاز ہوچکا تھا۔ یہ مختلف جداگانہ موضوعات پر جامع رسائل لکھنے کا آخری دَور اور جامع تصانیف کا ابتدائی دَور کہلا سکتا ہے۔

امام ابو عبید کے متعلق متعدد علمار کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے کوئی ایسی تصنیف نہیں کی جو اپنے باب میں سب سے پہلی ہو، بلکہ ان کی ہر کتاب کا مواد پچھلی کتابوں پر مبنی اور ان میں اضافہ و ترتیب پر مشتمل ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال بے اصل نہیں۔ لیکن ابو عبید کی اس قسم کی کوششوں کو نہ تو ہم ان کے لئے عار سمجھتے ہیں اور نہ اس سے ان کے علمی مرتبہ میں کسی قسم کی کمی ہوتی ہے۔ ہر بعد میں آنے والا اپنے متقدمین سے استفادہ کرتا ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی کوششوں سے متقدمین کی مفید معلومات کو صحیح شکل میں جمع کرکے اس کا حصول متاخرین کے لئے آسان بنادے۔ نیز اس میں کوئی معنی خیز و مفید اضافہ کردے۔ اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ابو عبید ایک کامیاب مصنف ہیں، جن سے ان کے زمانہ میں اور ان کے بعد لوگوں کو بڑا علمی فیض حاصل ہوا۔ امام ابو عبید کی تصانیف میں حدیث، فقہ اور لغت یک جا ہونے کی وجہ سے محدثین، فقہار، اور لغویین و ادبار، سب ہی یکساں طور پر اُن سے شغف رکھتے ہیں۔

ابو عبید نے جن موضوعات پر قلم اُٹھایا، اور ان پر ایسی معیاری کتابیں لکھیں کہ اس کے بعد ان موضوعات پر کام کرنے والے اسے نظر انداز نہ کرسکے۔ چناں چہ آپ دیکھیں گے کہ لغت کی کوئی کتاب اور علوم القرآن انساب وغیرہ سے متعلق بیشتر تصانیف میں جابجا ابو عبید کے حوالے اور اُن کی عبارتوں کے اقتباسات ملتے ہیں۔

جاحظ اپنی کتاب المعلمین میں ابو عبید کی تصانیف کے متعلق لکھتا ہے: "ابو عبید القاسم بن سلام ان مصنفین میں سے ہیں جنھوں نے علم کے اصناف اپنی تصانیف میں جمع کردیئے۔ وہ استاد و اتالیق بھی رہے"

---

(۵۶) انباہ الرواۃ ۳: ۱۶ نیز مرآۃ الجنان ۲: ۸۳۔

ان کی کتابوں سے زیادہ صحیح اور مفید تر ین کتابیں لوگوں نے نہیں لکھیں۔" (۵۷)

ابو عبید کی تصانیف

۱۔ غریب القرآن (۵۸)۔ ۲۔ معانی القرآن (۵۹)۔ ۳۔ کتاب القراءات (۶۰)۔ ۴۔ کتاب عدد آی القرآن (۶۱) ۵۔ فضل القرآن و معالمہ و آدابہ (۶۲)۔ ۶۔ فضائل القرآن (۶۳)۔ ۷۔ رسالۃ فی ما ورد فی القرآن الکریم من لغات القبائل (۶۴)۔ ۸۔ ناسخ القرآن و منسوخہ (۶۵)۔ ۹۔ کتاب المجاز (۶۶)، ۱۰۔ غریب الحدیث (۶۷)۔ ۱۱۔ کتاب الایمان والنذور (۶۸)، ۱۲۔ کتاب الحیض (۶۹)، ۱۳۔ کتاب الطہارۃ (۷۰)، ۱۴۔ کتاب الحجر والتفلیس (۷۱)، ۱۵۔ کتاب فی الایمان و معالمہ و سننہ و استکمالہ و درجاتہ (۷۲)، ۱۶۔ کتاب الاموال (۷۳)، ۱۷۔ کتاب ادب القاضی (۷۴)، ۱۸۔ کتاب الاحداث (۷۵)، ۱۹۔ کتاب النسب (۷۶)، ۲۰۔ کتاب الایضاح (۷۷)، ۲۱۔ کتاب الخطب والمواعظ (۷۸)، ۲۲۔ کتاب الاجناس من کلام العرب (۷۹)، ۲۳۔ کتاب الامثال السائرۃ (۸۰)، ۲۴۔ الغریب المصنف (۸۱)، ۲۵۔ کتاب المذکر والمونث (۸۲)، ۲۶۔ کتاب المقصور والممدود (۸۳)، ۲۷۔ کتاب الشعراء (۸۴)، ۲۸۔ خلق الانسان و نعوتہ (۸۵)، ۲۹۔ کتاب الاضداد والضد فی اللغۃ (۸۶)

---

(۵۷) طبقات النحویین واللغوین: ۲۱۷، (۵۸) الفہرست لابن الندیم: ۱۰۶، (۵۹) ایضاً، (۶۰) ایضاً، (۶۱) ایضاً، (۶۲) بروکلمان ز ک: ۱۶۶، شاید یہ اور اس کے بعد کی کتاب نمبر (۶) ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں۔ واللہ اعلم۔ (۶۳) الفہرست: ۱۰۷، (۶۴) معجم المطبوعات العربیہ ۱: ۱۲۱، (۶۵) کشف الظنون ۲: ۱۹۲۱۔ الفہرست میں ۱۰۷ میں اسے کتاب الناسخ والمنسوخ لکھا ہے۔ (۶۶) الفہرست: ۵۷، (۶۷) الفہرست: ۱۰۶، (۶۸) ایضاً: ۱۰۷، (۶۹) ایضاً: ۱۰۷ (۷۰) ایضاً: ۱۰۷۔ اسی کو ایضاح المکنون ۲: ۲۱۳ "کتاب الطہارت" اور بعض مولفین نے "کتاب الطہور" لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ (۷۱) الفہرست: ۱۰۷، (۷۲) بروکلمان ز S: ۱۶۷، (۷۳) الفہرست: ۱۰۶، (۷۴) ایضاً: ۱۰۷، ھدیۃ العارفین ۱: ۸۲۵ پر اس کے آگے "علی مذھب الشافعی" کا اضافہ ہے۔ (۷۵) الفہرست: ۱۰۶ (۷۶) ایضاً ۱۰۷۔ (۷۷) بروکلمان ز S: ۱۶۷، (۷۸) ایضاً: ۱۶۷، (۷۹) الاعلام ۶: ۱۰، (۸۰) الفہرست: ۱۰۶، (۸۱) الفہرست: ۱۰۶، (۸۲) الفہرست: ۱۰۶، (۸۳) ایضاً: ۱۰۶، (۸۴) الفہرست: ۱۰۶، (۸۵) بروکلمان ز S: ۱۶۷، (۸۶) ایضاً

۴۰۔ کتاب النعم والبہائم والوحش والسباع والطیر والہوام وحشرات الارض (۸۷)۔

۴۱۔ کتاب فعل وافعل (۸۸)۔

۴۲۔ فصل المقال فی شرح الامثال (۸۹)۔

۴۳۔ معانی الشعر (۹۰)۔

۴۴۔ رسالۃ فیما اشتبہ اللفظ واختلف المعنی (۹۱)۔

علمی لطیفہ| ایک شخص نے ابوعبید سے "رباب" کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: "رباب" ان بدلیوں کو کہتے ہیں جو بڑے بادلوں کے نیچے نظر آتی ہیں۔ اور اس تائید میں انہوں نے عبدالرحمان بن حسان کا یہ شعر سنایا:

کان الرباب دوین السحاب　　نعام تعلق بالا رجل

بادلوں سے ذرا نیچے "رباب" ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے وہ شتر مرغ ہوں جو ٹانگوں سے لٹکے ہوتے ہیں۔ سائل نے کہا: "یہ میں نہیں جانتا، نہ میری مراد یہ رباب ہے۔" اس پر ابوعبید نے کہا "پھر "رباب" ایک عورت کا نام ہے، جس کا ذکر اس شعر میں ہے:

ان الذی قسم الملاحۃ بیننا　　وکسا وجوہ الغانیات جمالا

وھب الملاحۃ للرباب وزادھا　　فی الوجہ من بعد الملاحۃ خالا

وہ ذات جس نے ہمارے درمیان حسن و ملاحت تقسیم فرمائی، اور حسینوں کے چہروں کو جمال پہنایا اسی ذات نے رباب کو ملاحت بخشی اور پھر اس ملاحت کے بعد اس کے چہرہ پر ایک تل کا اضافہ فرمایا۔

اس سائل نے کہا: "میں اس "رباب" کے متعلق بھی نہیں دریافت کر رہا، تب ابوعبید نے کہا: "تو شاید تم اس شاعر کے شعر کی "رباب" چاہتے ہو:

---

(۸۷) بروکلمان ۱ S: ۱۶۷، (۸۸) ایضاً، (۸۹) ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون ۲: ۱۹۹ لیکن بروکلمان کی تشریح کے مطابق یہ البکری کی ابوعبید کی کتاب الامثال کی شرح ہے۔ اس کا نام "فصل المقال فی شرح الامثال" ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۹۰) اس کا تذکرہ طبقات الشافعیۃ الکبری ۱: ۲۷۲ میں سبکی نے کیا ہے، وہاں اس کا اقتباس بھی دیا ہے۔ (۹۱) بروکلمان: ۱۰۷۔

ربابُ ربةُ البیت　　تصبُّ الخل فی الزیت
لها سبعُ دجاجات　　و دیکٌ حسنُ الصوت

رباب گھر کی مالکہ ہے وہ سرکہ کو تیل میں ڈالتی ہے اس کے پاس سات مرغیاں ہیں اور ایک خوش آواز مرغ ہے۔ تب اُس سائل نے کہا: "ہاں۔ ہاں۔ بس اسی کو میں پوچھ رہا تھا"

اس پر ابو عبید نے سائل سے دریافت کیا: "آپ کہاں سے تشریف لارہے ہیں؟"۔ اُس نے کہا: "بصرہ سے" انھوں نے دریافت کیا: "کس سواری سے آئے تھے خشکی کے راستہ یا دریا کے راستہ؟" جواب ملا: "پانی کے راستہ" ابو عبید نے پوچھا: ملاح کو کتنا کرایہ ادا کیا؟" اُس نے جواب دیا: "چار درہم"۔ ابو عبید نے کہا: "جلدی سے جا کر اس سے اپنا کرایہ واپس لے لو۔ اور اس سے کہنا: "تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ مجھ سے کرایہ وصول کرو جب کہ میرا کوئی وزن ہی کشتی پر نہ تھا لاؤ میرا کرایہ مجھے واپس کردو"

ابو عبید کا آخری زمانہ، حج اور وفات آخری زمانہ میں بغداد کے قیام اور وہاں کے علمی تصنیفی مشاغل کے دوران ابو عبید بیمار ہو گئے تو امیر طاہر ابن عبداللہ نے ان کا علاج کرنے کے لئے ایک سرکاری طبیب بھیجا، ابو عبید نے جب اسے اپنی زخمی پنڈلیاں دکھائیں تو اُس نے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے کہا: "یہ پت ہے جو دو جلدوں کے درمیان جمع ہو گیا ہے"۔ پھر طبیب نے ان سے دریافت کیا: "آپ کی عمر کتنی ہوگی؟"۔ ابو عبید نے دریافت کیا: "اس سوال سے کیا فائدہ ہوگا؟"۔ طبیب نے جواب دیا: "تاکہ دوا طاقتِ برداشت کے مطابق دے سکوں"۔ چنانچہ انھوں نے اپنی عمر اڑسٹھ برس بتائی۔

بعد ازاں ابو عبید حج کرنے چلے گئے، حج سے فراغت کے بعد جب واپسی کا ارادہ کیا تو عراق جانے کے لئے ایک سواری کرایہ پر لی۔ رات کو خواب (۹۲) میں دیکھا کہ لوگ حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں اور داخلہ دربانوں کی اجازت سے ہو رہا ہے۔ جب میری باری آئی اور اندر جانے لگا تو دربانوں نے مجھے روک دیا۔ میں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا: "مجھے حضورؐ کی خدمت میں کیوں باریاب نہیں ہونے دیتے؟" انھوں نے کہا: "چونکہ تم کل عراق جا رہے ہو، اس لئے نہ تم باریاب ہو سکو گے نہ آپؐ کو سلام کر سکو گے"۔ تب میں نے

---

(۹۲) بعض سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔ اور یہ خواب بھی انھوں نے مدینہ ہی میں دیکھا تھا۔ وفیات الاعیان ۳ / ۲۲۷۔

ان سے کہا: "میں اپنا ارادۂ سفر ملتوی کر دیتا ہوں"۔ اس پر انہوں نے مجھ سے عہد لیا، پھر مجھے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضری کی اجازت دے دی۔ چناں چہ میں آپؐ کی خدمت میں پہنچا۔ آپؐ بستر پر تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؐ کو سلام اور مصافحہ کیا۔ اس کے بعد صبح اُٹھ کر ابو عبید نے اپنی سواری کا معاملہ منسوخ کرایا، اور مکہ ہی میں قیام پذیر ہو گئے (۹۳)۔

ایک روز جب کہ ابو عبید مسجد حرام میں چت لیٹے ہوئے تھے، عائشہ مکیہ جو وہاں کی نیک اور عارفہ خاتون تھیں، ان کے پاس آئیں اور ان سے کہا: "ابو عبید! تم اہلِ علم ہو، میری بات سنو۔ خبردار! حرم کا ادب ملحوظ رکھو۔ ورنہ اللہ علماء و صلحاء کی فہرست میں شامل نہ فرمائے گا (۹۴)۔ امام ابو عبید نے اپنی زندگی کے آخری ایّام مکہ میں گذارے اور بالآخر محرم ۲۲۴ھ میں وہیں انتقال کیا اور دُور جعفر میں دفن ہوئے (۹۵)۔

ابو سعید ضریر کہتے ہیں کہ جب ابو عبید کی وفات کی خبر عبد اللہ بن طاہر کے پاس پہنچی تو میں بھی ان کے پاس تھا۔ اس وقت انہوں نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے ؎

یا طالب العلم قدمات ابن سلام — وکان فارس علم غیر محجام

مات الذی کان فینا ربع اربعۃ — لم یلق مثلھم استاذ احکام

خیر البریۃ عبد اللہ اولھم — وعامر ولنعم التلو یا عام!

ھما اللذان انافا فوق غیرھما — والقاسمان بن معن وابن سلام (۹۶)

طالبین علم کے لئے یہ کتنی اندوہ ناک خبر ہے کہ ابو عبید جو میدان علم کا دبنگ شہسوار تھا، وفات پا گیا۔ وہ ان چار اساتذہ فقہ و حدیث میں سے ایک تھے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ ان میں سے پہلے خلقِ خدا میں سب سے بہتر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ہیں، اور ان کے بعد ان کے بہترین خلف عامر (بن شراحیل شعبی) تھے۔ دونوں بزرگ علماء میں چوٹی کی حیثیت رکھتے تھے، اور ان کے بعد اس بلندی پر قاسم بن معن اور قاسم بن سلام (ابو عبید) ہیں۔

---

(۹۳) معجم الادباء ۱۶: ۲۵۵ - ۲۵۶ ۔ (۹۴) شذرات الذہب ۲: ۵۵ نیز مرآۃ الجنان ۲: ۸۳ - ۸۴۔

(۹۵) طبقات النحویین واللغویین: ۲۱۹ و معجم الادباء ۱۶: ۲۵۷ ، (۹۶) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱: ۲۷۲۔